الفاتحہ - قرآن

کا خلاصہ

Shaykh Pod BOOKS

Shaykh Pod URDU

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے

الفاتحہ :قرآن کا خلاصہ

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2024 کے ذریعہ شائع کیا گیا۔

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

الفاتحہ :قرآن کا خلاصہ

دوسرا ایڈیشن۔ 08 مارچ 2024۔

کاپی رائٹ ©2024 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

فہرست کا خانہ

فہرست کا خانہ

تعارف

باب 1 الفاتحہ

باب 1 - الفاتحہ، آیت 1

باب 1 - الفاتحہ، آیت 2

باب 1 - الفاتحہ، آیت 3

باب 1 - الفاتحہ، آیت 4

باب 1 - الفاتحہ، آیت 5

باب 1 - الفاتحہ، آیت 6

باب 1 - الفاتحہ، آیت 7 میں سے 7

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

تعارف

ذیل میں قرآن کریم کے باب 1 الفاتحہ کی مکمل طور پر حوالہ اور سمجھنے میں آسان مفصل تفسیر ہے۔ اسے "مدر آف دی کتاب "کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں پورے قرآن پاک کا مفہوم موجود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 43 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ پس حقیقت میں جس نے بھی سورۃ الفاتحہ کی تعلیمات کو پورے قرآن پاک کو سمجھا اور اس پر عمل کیا۔

اس عظیم باب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ایک مسلمان کو عظیم کردار کے حصول میں مدد دے گی۔

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

باب 1 الفاتحہ

اس باب کو الفاتحہ کہا جاتا ہے، جس کا مطلب "کتاب کھولنے والا "ہو سکتا ہے۔ اس لیے نماز کا آغاز اس سورة کی تلاوت سے کرنا چاہیے۔ سنن نسائی نمبر 910 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اسے "مدر آف دی کتاب "کہا گیا ہے، اس کے علاوہ کسی اور نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔ سنن نسائی میں موجود حدیث نمبر 915 میں اس کا ذکر ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3785 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاتحہ کو سب سے بڑا باب قرار دیا ہے۔ قران مجید .یہ ایک ممکنہ وجہ ہے کہ اگر اس میں یہ باب نہ پڑھا جائے تو نماز عیب دار سمجھی جاتی ہے۔ اس کی تائید سنن نسائی نمبر 910 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اسے "مدر آف دی کتاب "بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں پورے قرآن پاک کا مفہوم ہے۔ اس کا تذکرہ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 43 میں کیا گیا ہے۔ پس حقیقت میں جس نے سورة الفاتحہ کی تعلیمات کو سمجھ لیا اور اس پر عمل کیا اس نے پورے قرآن کو سمجھا اور اس پر عمل کیا۔

قرآن کریم سات مضامین پر مشتمل ہے جن کا مختصراً باب 1 الفاتحہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت یا اطاعت کے لائق نہیں۔ الفاتحہ کا آغاز اسی مضمون سے ہوتا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ "

دوسرا مضمون جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے اور سورة فاتحہ میں اشارہ کیا گیا ہے وہ نبوت ہے۔ سورہ فاتحہ کی چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے راستے کا ذکر کیا ہے جن پر اس نے نعمتیں نازل کی ہیں۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 6:

ہمیں سیدھا راستہ دکھا‘‘۔ ’’

یہ راستہ جو جنت کی طرف جاتا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ ہے۔ جن لوگوں کو نعمتیں ملی ہیں ان کا تذکرہ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں آیا ہے۔ باب 4 النساء آیت 69:

"!انبیاء، اہل حق، شہداء، اور صالحین - کیا معزز صحبت ہے..."

تیسرا مضمون جو قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت ہے اور اس کا ذکر سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر 5 میں ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔ ’’

چوتھا مضمون جو قرآن پاک میں بیان ہوا ہے وہ نعمتوں کے وعدوں اور عذاب کی تنبیہات پر مشتمل ہے۔ اس موضوع کا حوالہ الفاتحہ کی آیت نمبر 4 میں دیا گیا ہے جو بنی نوع انسان کو یاد دلاتا ہے کہ یہ وعدے اور تنبیہات ایک دن سب کے سامنے ہوں گے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 4:

"جزا کے دن کا حاکم۔ "

قرآن پاک میں زیر بحث پانچواں مضمون کہانیوں اور اسباق پر مشتمل ہے۔ سورۃ فاتحہ کی آیات 6 اور 7 میں جس سبق کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح پرہیزگاروں کو جزا دیتا ہے اور گزشتہ امتوں کے گناہ گاروں کو سزا دیتا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 6-7:

" ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

قرآن کریم میں زیر بحث چھٹے مضمون میں قیامت کے عناصر کا ذکر ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ وہ زمین پر اپنی زندگی کے دوران کیے گئے اعمال کا فیصلہ کرے۔ سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر 4 میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 4:

"جزا کے دن کا حاکم۔ "

ساتواں اور آخری مضمون جس پر قرآن پاک میں بحث کی گئی ہے اور جس کا خلاصہ الفاتحہ میں دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں پر مشتمل ہے۔ الفاتحہ انسان کو سکھاتی ہے کہ کس طرح صحیح طریقے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اس کی لامحدود حیثیت کے مطابق کرنی چاہیے۔ یہ سب سے بہتر قرآن پاک میں بیان کردہ بیانات یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو استعمال کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی طرف الفاتحہ کے باب 1، آیات 2-3 میں اشارہ کیا گیا ہے:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ مکمل رحم کرنے والا، خاص طور پر رحم کرنے والا۔"

کمزوری اور عاجزی کا مظاہرہ دعا کا لازمی حصہ ہے۔ یہ الفاتحہ کے باب 1، آیت 5 میں دکھایا گیا ہے:

" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

اگلی دو آیات، 6 اور 7، خود دعا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 6-7:

" ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔"

صحیح رہنمائی اور برے راستے سے پناہ مانگنا ایک دعا ہے جو مسلمانوں کو کثرت سے کرنی چاہیے کیونکہ یہ سب سے اہم مقصد حاصل کرنا ہے۔

قرآن کریم کے شروع میں اس باب کا رکھنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو قرآن مجید کی تلاوت، مطالعہ اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے تاکہ زندگی کے صحیح راستے یعنی اس میں بتائے گئے سیدھے راستے کو تلاش کیا جا سکے۔ باب یعنی دنیاوی اور دنیاوی مقاصد کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت اور مطالعہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے وہ اس باب کو دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے ارادوں اور اعمال کی رہنمائی کریں۔ یہ باب یہ بھی واضح کرتا ہے کہ دنیا اور آخرت کے ہر حال میں صحیح رہنمائی اللہ تعالیٰ کی عملاً اطاعت سے ہی حاصل ہوتی ہے کیونکہ کوئی راستہ اس وقت تک کارآمد نہیں ہوتا جب تک کہ اس پر عملاً سفر نہ کیا جائے۔ یہ مخلصانہ اطاعت، جس کی طرف اس باب کی آخری دو آیات میں اشارہ کیا گیا ہے، اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس کا خاکہ قرآن مجید کے باقی حصوں میں بیان کیا گیا ہے جس کا باب 1 الفاتحہ کی طرف جاتا ہے اور عملی طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں دکھایا گیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کتنے مسلمان باقاعدگی سے اس باب کی تلاوت کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں۔ اس باب میں جو صحیح رہنمائی بیان کی گئی ہے، وہ باب جس کی وہ باقاعدگی سے تلاوت کرتے ہیں، عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

باب 1 - الفاتحہ، آیت 1

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہوتی ہے، اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلامی علم، جیسے کہ قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت سے حاصل کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت کرنی چاہیے۔ اس کا ایک پہلو ہر اس چیز کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے جو قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے بنی نوع انسان پر نازل ہوئی ہے، بغیر چیری چنتے ہوئے کہ انسان اپنی خواہشات کے مطابق کیا عمل کرتا ہے اور نظر انداز کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اسلامی علم کے لیے اس چیری چننے کا رویہ لے کر آتا ہے، تو اس نے اس آیت کو پورا نہیں کیا اور اس لیے جو کچھ وہ سیکھتے ہیں اس سے حقیقی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ رویہ انہیں اپنی خواہشات کے مطابق الہٰی علم کی غلط تشریح کرنے اور دنیاوی چیزوں جیسے دولت اور اختیار حاصل کرنے کے لیے دوسروں کو دکھاوا کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ یہ ایک خطرناک راستہ ہے جو انسان کو دونوں جہانوں میں عذاب کی طرف لے جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے صحیح معنوں میں صرف اسی وقت فائدہ اٹھایا جائے گا جب وہ ان تمام چیزوں کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا، چاہے وہ ان تعلیمات کے پیچھے موجود حکمتوں کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ یہ ان کی خواہشات کے مطابق ہے یا نہیں؟ باب الاسراء، آیت 82 17:

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ" ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔"

مرکزی آیت کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی نیت سے ہر حال اور عمل سے رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ رویہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہر نعمت کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرے، جس کا تذکرہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں کیا گیا ہے۔ ایک شخص اپنی خواہشات یا معاشرے، ثقافت اور فیشن کے بارے میں سوچنے سے گریز کرے گا اور اس کے بجائے صرف اللہ رب العزت کو راضی کرنے کی فکر کرے گا، کیونکہ اس کی ہر صورت اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع

ہوتی ہے۔ یہ دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کے مقصد کو اپنانے سے روکتا ہے، جو حقیقت میں ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہر شخص کی اپنی خواہشات اور آراء ہوتی ہیں۔ لہذا، سب کو خوش کرنے کی کوشش کرنے سے دونوں جہانوں میں تناؤ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جبکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ داخل ہونا اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود ہو۔ باب 39 از زمر، آیت 29:

" اللہ تعالیٰ نے ایک غلام کی مثال بیان کی ہے جس کی ملکیت کئی جھگڑالو آقا ہیں اور ایک غلام کی ملکیت صرف ایک آقا کی ہے۔ کیا وہ حالت میں برابر ہیں؟ الحمد للہ !درحقیقت ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کم سے کم مشقت اور محنت سے حاصل کی جاتی ہے۔ زیر بحث مرکزی آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 1:

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ "

اس کے علاوہ، جب کوئی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہر حالت میں داخل ہوتا ہے، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا مقصد ایک مہربان اور رحم کرنے والے رب کو راضی کرنا ہے۔ یہ انسانی غلامی کی ذلت آمیز شکل کے تصور کو مٹا دیتا ہے جو پوری دنیا میں لاتعداد لوگوں کے لیے ہے اور اب بھی ہے۔ اس کے بجائے، غلامی جس میں خود کو جکڑ لیتا ہے وہ رحم اور شفقت ہے۔ یہ رحمت اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح انسان پر بے شمار نعمتوں کی بارش کرتا ہے اور اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ وہ ان کا صحیح استعمال کریں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ یعنی اللہ رحمٰن کے احکام و ممانعت بندے کے علاوہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی اطاعت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مرکزی آیت کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کی مختلف الٰہی صفات اور ناموں کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، تاکہ کوئی بھی شخص اپنے سامنے آنے والی ہر صورت حال میں اس طرح داخل ہو اور اس پر ردعمل ظاہر کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، لہٰذا جب کوئی ایسی صورت حال میں داخل ہو جہاں کسی شخص نے اس پر ظلم کیا ہو، تو اسے چاہیے کہ اپنے طرز عمل کو درست کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے اس شخص کو معاف کرنے کی کوشش کریں تاکہ تاریخ خود کو نہیں دہراتا .اللہ، سب سے زیادہ انصاف ،کرنے والا ہے، لہذا جب کوئی ایسی صورت حال میں داخل ہوتا ہے جہاں اسے فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو اسے انصاف پر قائم رہنا چاہیے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق، اچھا اور منصفانہ انتخاب کرنا چاہیے۔ اس طرح کا برتاؤ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ انسان ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے گا۔ یہی ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 2736 کی ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو جانتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 1:

"...اللہ کے نام سے"

آیت کا یہ حصہ بنی نوع انسان کے مقصد کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے ہر حال میں داخل ہونا۔ باب 51 ذریات، آیت 56:

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں"۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا مقصد چند فرضی فرائض سے آگے بڑھتا ہے، جیسے کہ روزانہ کی پانچ فرض نمازیں، جس میں دن میں صرف ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت لگتا ہے، لیکن اس میں ہر لمحہ، سانس اور اس کی صورت حال شامل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو ہر حال میں برقرار رکھنے میں ناکامی، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اس کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ بنیادی فرائض کی ادائیگی کرنے والے مسلمان آج بھی ذہنی سکون نہیں پاتے۔ یہ دنیا، کیونکہ انہوں نے ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے درکار شرائط پوری نہیں کیں۔
باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

باب 16 النحل، آیت 97 اور:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی" بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

جو شخص اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے میں ناکام رہے، خواہ وہ اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کرے، اس کو بہت زیادہ اجر ملے گا، لیکن وہ خالی زندگی گزاریں گے۔ وہ اس گلدان کی مانند ہوں گے جو باہر سے خوبصورت لگتی ہے لیکن اندر سے خالی اور کھوکھلی ہے۔ جس طرح ایک ایجاد جو کہ بہت سی مثبت خصوصیات کی حامل ہوتی ہے تب بھی اسے ناکامی کا نام دیا جاتا ہے جب وہ تخلیق کی اپنی بنیادی وجہ کو پورا نہیں کر پاتی، اسی طرح ایک مسلمان جو اپنے مقصد کو صحیح طریقے سے پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے، وہ خالی اور بے معنی زندگی گزارے گا، خواہ وہ اپنی تخلیق کی بنیادی وجہ کو پورا نہ کر سکے۔ بہت سی دنیاوی چیزوں کے مالک ہیں۔

مرکزی آیت کا پہلا حصہ ہر حال میں اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے جڑے رہنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ وہ اس سے محفوظ طریقے سے سفر کرنے کے لیے قوت اور رہنمائی حاصل کر سکیں۔ باب 65 میں طلاق، آیت 3:

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے‘‘۔’’

جب کوئی اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے یا اس کی نافرمانی کرتا ہے، جب حالات میں داخل ہوتے ہیں، تو وہ لامحالہ دنیاوی چیزوں اور لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں، جو فطرتاً کمزور ہیں، چاہے وہ مضبوط ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ صرف الجھن کا باعث بنے گا اور زندگی میں غلط انتخاب کرنے کی ترغیب دے گا۔ یہ صرف دونوں جہانوں میں تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 73:

‘‘کمزور ہی تعاقب کرنے والے اور تعاقب کرنے والے ہیں۔ ’’

باب 1 الفاتحہ، آیت 1:

‘‘...اللہ کے نام سے ’’

آیت کا یہ حصہ ذکر الٰہی کے مختلف پہلوؤں کو پورا کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ پہلا پہلو اپنی نیت کو درست کرنا ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے بولے اور عمل کرے۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی لوگوں سے شکرگزاری کی خواہش نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ دوسرا پہلو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے بولنا یا خاموش رہنا ہے۔ آخری اور اعلیٰ ترین پہلو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے، ہر عطا کردہ نعمت کو استعمال کرتے ہوئے، جیسے کہ کسی کا وقت، اس کی رضا کے لیے۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ان پہلوؤں کو پورا کرے گا تو وہ دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنے کی شرائط پوری کرے گا۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

باب 1 الفاتحہ، آیت 1:

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

یہ آیت خواہش مندانہ سوچ کے تصور کو بھی ختم کرتی ہے جس کے تحت ایک مسلمان خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز کر سکتا ہے اور پھر بھی دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی توقع رکھتا ہے۔ آیت کی ترتیب اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کرنے کی نیت اور عملی جدوجہد کے ساتھ ہر حال میں داخل ہوتا ہے تو اسے رحمٰن کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ رحمٰن سے رحم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں دوسروں پر رحم کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس بات کو اعمال کے ذریعے ظاہر کیا جانا چاہیے اور ان چیزوں میں دوسروں کی مدد اور مدد کرنا جو ان کے ذرائع کے مطابق اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسے کہ جذباتی، جسمانی اور مالی مدد۔ .یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتا ہے جس طرح وہ لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

مرکزی آیت ان معاملات سے نمٹنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ رحمت اور نرمی کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2701 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا نرمی اور رحم دلی کو ان کے عمومی طرز عمل کے طور پر اپنانا چاہیے اور دوسروں کو ان سے فائدہ نہ اٹھانے دیں، جیسا کہ اسلام کمزوری کے بغیر عاجزی کا درس دیتا ہے۔ دوسروں کو ان کی غلطیوں اور عیبوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس امید کے ساتھ رحم اور شفقت سے پیش آنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں کو نظر انداز کر دے گا اور دوسروں کو ان سے فائدہ اٹھانے سے روکے گا۔ جو شخص نرمی کو اپنا طریقہ اختیار کرے گا وہ یہ پائے گا کہ لوگ دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں ان کا ساتھ دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، جیسے کام کرنے والے ساتھی، اور یہ دونوں جہانوں میں رحمت الٰہی حاصل کرنے کا باعث بنے گا۔

ہر وہ صورت حال ہے جس میں کوئی شخص اپنی مرضی کے بغیر داخل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے مقرر نہیں ہوتا۔ لیکن جیسا کہ مرکزی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی صورت حال میں داخل ہوتے ہیں تو انہیں یاد دلایا جاتا ہے کہ رحمٰن نے ان کے لیے یہ صورت حال طے کی ہے۔ اس سے صبر کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرنے میں مدد ،ملتی ہے، رحمٰن کو جاننا صرف ایسی چیز کا فیصلہ کرے گا جو کسی شخص کے لیے فائدہ مند ہو ،چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ لہٰذا مشکل کے آغاز سے ہی صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اپنے قول و فعل سے شکایت کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اگر ان کے داخل ہونے کی صورت حال اچھی ہے تو ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس میں داخل ہونا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ انہیں رحمٰن کی عطا کردہ چیز تھی۔ اس اقرار میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان نعمتوں کو استعمال کرتے

،ہوئے جو اس نے انہیں پسند کی ہیں۔ اس سے برکت اور رحمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 14 ابراہیم
:آیت 7

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں
"گا۔

اصل آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ مخلوق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد ان پر رحم کرنا ہے۔
،دوسرے مذاہب کے برعکس جو خدا کو انتقام لینے والے کے طور پر پیش کرتے ہیں، اسلام اللہ
برگزیدہ، اور مخلوق کے درمیان تعلق کو رحمدل کے طور پر بیان کرتا ہے۔ یہ اس ضابطہ اخلاق کی
نرم اور آسان فطرت کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے منتخب کیا
:ہے، یعنی اسلام۔ باب 2 البقرہ، آیت 185

‘‘اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ ’’

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے فرائض اور ممانعتیں صرف چند ہیں اور ان سب کا مقصد ایک
مسلمان کی زندگی کو فائدہ پہنچانا ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس لیے اسلام کی
تعلیمات پر عمل کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں رحمت اور آسانی کی زندگی پاتا ہے، خواہ اسے راستے
:باب 16 النحل، آیت 97 میں تھوڑی سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی
" "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

درحقیقت جب کوئی اس راہ میں کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہر حال میں داخل ہوتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ رحمٰن ان کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ باب 92 آل لیل، آیات 5-7:

" جو شخص عطا کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور بہترین]انعام [پر یقین رکھتا ہے۔ ہم اسے آسانی کی طرف آسان کر دیں گے۔"

باب 1 - الفاتحہ، آیت 2

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ٢

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

تعریف کا لفظ اسم کی شکل میں ہے فعل کی نہیں۔ یہ دائمی کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس کا مطلب ہے ،کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو ابدیت کے لیے ہیں، بغیر ابتدا اور انتہا کے۔ اس کے علاوہ اسم کا استعمال عمل کے کرنے والے کی ضرورت کو دور کرتا ہے، جس کی ایک فعل کو ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مخلوق میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کی ہو تب بھی تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ یعنی مخلوق کی حمد و ثنا اور عبادت کا اللہ تعالیٰ کی لامحدود اور الٰہی حیثیت پر کوئی اثر نہیں ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6572 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 6:

’’اور جو کوشش کرتا ہے وہ صرف اپنے لیے ہی کوشش کرتا ہے۔ بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔‘‘

یہ سب کچھ غرور سے بچنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عبادت کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے صرف اس کا فائدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

مزید برآں، مرکزی آیت ایک مسلمان کو یاد دلاتی ہے کہ جو بھی قابل تعریف چیز ان کے اندر یا باقی مخلوقات میں پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے عطا نہیں کی ہے، اس لیے تمام تعریفیں لوٹتی ہیں اور صرف اسی کی ہیں۔ اس سچائی کو پہچاننا انسان کو غرور کے مہلک گناہ سے بھی روکتا ہے، جس کی ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے ۔

آخر میں، غرور سے بھی گریز کیا جاتا ہے جب کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کا الہام، علم، طاقت اور موقع اسی کی طرف سے آتا ہے۔

حمد کے چاروں اسباب اللہ تعالیٰ کے اندر پائے جاتے ہیں، فطری طور پر اور جس کے پاس ان میں سے کوئی بھی ہے وہ صرف وہی کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے۔ اس لیے وہ اکیلا ہی لائقِ تعریف ہے۔ چار اسباب یہ ہیں :تعریف کرنے والا صفات و صفات کے لحاظ سے کمال سے بھر پور ہوتا ہے اور کسی بھی نقص سے پاک ہوتا ہے۔ تعریف کرنے والے نے دوسرے پر احسان کیا ہے اور ان کی تعریف اس لیے شکرگزار ہے۔ جو تعریف کرتا ہے وہ جس کی تعریف کرتا ہے اس سے احسان کی امید رکھتا ہے۔ آخر میں، تعریف کرنے والے میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو تعریف کا تقاضا کرتی ہیں، جیسے طاقت اور طاقت۔

ایک شخص دوسروں پر احسان کرتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ان سے یا کسی دوسرے سے کسی نہ کسی طرح کا لوٹنا چاہتا ہے، چاہے یہ واپسی خدائی انعام ہو، لوگوں کی تعریف ہو، احسان کا بدلہ ہو یا اپنے آپ کو کنجوس کہنے سے بچائے۔ جو اپنے کاموں کے بدلے واپسی کا خواہاں ہے اس لیے وہ احسان کرنے والا نہیں ہے اور اس لیے وہ تعریف کا مستحق نہیں ہے، کیونکہ ان کا ارادہ ان احسانات کی واپسی کی خواہش سے خالی نہیں ہے جو وہ کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی وجہ سے مخلوق کو بے شمار اور مسلسل نعمتیں نہیں دیتا۔ وجہ پچھلی آیت میں بتائی گئی ہے، یعنی، کیونکہ وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے - باب 1 الفاتحہ، آیت 1:

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ مخلوق کو نعمتیں عطا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا اور اس لیے وہی تعریف کے لائق ہے۔

اس کے علاوہ، مرکزی آیت اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان لانے کے لیے پہلے قدم کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا، ان بے شمار اور مسلسل نعمتوں کے لیے جو وہ کسی شخص کو عطا کرتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 34:

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ درحقیقت انسان]عام طور پر [سب سے زیادہ ظالم اور ناشکرا ہے۔"

قرآن پاک اکثر اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس کا شکر ادا کرنے کو مترادف استعمال کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر اس وقت تک سچا یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ عملی طور پر اس کا شکر ادا نہ کرے۔ باب 2 البقرہ، آیت 152:

پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا .اور میرا شکر ادا کرو اور میری تکذیب نہ کرو۔

حقیقی شکر گزاری تب ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنے تمام قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نیک نیت اختیار کرے۔ وہ لوگوں سے شکرگزاری کی خواہش نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شکر گزاری میں اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا شامل ہے۔ آخر میں، اس میں ہر اس نعمت کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہے، قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ یہ وہ شرائط ہیں جو کسی شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید برکات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں، ایسی شرائط جو اسلام کے چند واجبات سے بالاتر ہیں۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

جب کوئی اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے اس کی عبادت اور اطاعت دونوں کو قبول کر لیا ہے۔ عبادت میں وہ رسومات اور عمل شامل ہیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اور اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا بھی شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ کسی کا وقت، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اس طریقے سے زندگی گزاریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، جیسے کہ حلال طریقے سے دولت کمانا۔ بدقسمتی سے، کچھ مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اچھے ہیں، جیسے کہ روزانہ کی پانچ فرض نمازیں، لیکن اپنے روزمرہ کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انکاری ہیں۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کو رب کے طور پر قبول کرنے سے متصادم ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، اکیلا، خالق، نگہبان اور مخلوق کا حاکم ہے، اس کی نافرمانی کا کوئی مطلب نہیں جب کہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کرنا مقصود ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر مکمل اختیار رکھتا ہے، جس میں دل، سکون کا مقام بھی ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ دونوں جہانوں میں سکون اور بھلائی کس کو حاصل ہے۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی نافرمانی سے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

’’اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی اور ہم اسے قیامت کے
دن اندھا اٹھائیں گے۔‘‘

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے کوشش کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، اسے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوگی۔ باب
16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

اگر کوئی اس کی ربوبیت سے راضی نہ ہو، حالانکہ اسے اس سے فائدہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسی زمین تلاش کرنے کی کوشش کرے جس پر اس کی حکومت نہ ہو۔

جب کوئی آسمانوں اور زمین کے اندر فطرت کا مشاہدہ کرے گا تو وہ امن اور توازن کو محسوس کرے گا۔ مثال کے طور پر، پانی کا چکر بالکل متوازن ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ مخلوق کو ان کی ضروریات کے مطابق پانی فراہم کیا جائے۔ سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان ایک توازن نظر آئے گا، جو لوگوں کو وقت بتانے، اپنی سرگرمیوں کو آسانی سے شیڈول کرنے اور رات کو آرام کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ تمام توازن اور سکون اس حقیقت میں پیوست ہے کہ ہر چیز خلوص کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی اطاعت کرتی ہے جو ان سب کا رب ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 44:

" ساتآسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہو، لیکن تم ان کی تسبیح کا طریقہ نہیں سمجھتے۔‘‘

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص باقی مخلوقات کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو وہ بھی دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ توازن ایک فرد کے لیے ذہنی اور جسمانی سکون اور پورے معاشرے کے لیے عمومی سکون اور فلاح کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں شامل ہے کہ اس کی فرمانبرداری کریں، اپنی نیت، قول اور فعل کے ذریعے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اسے اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

یہ آیت مخلوق کی عبادت کے جواز کو ختم کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی مخلوق میں سے کسی چیز کو اس کے اندر موجود حسن اور خوبی کی وجہ سے پوجتا ہے۔ لیکن یہ خوبصورتی یا خوبی پیدا شدہ ہستی کے اندر فطری طور پر نہیں پائی جاتی بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے عطا کیا ہے۔ لہٰذا وہ مخلوق جو قابل تعریف صفات کی حامل ہو عبادت کے لائق نہیں۔ صرف وہی ذات ہے جس نے ہستی کو پیدا کیا اور اسے یہ صفات عطا کیں یعنی اللہ تعالیٰ۔

اگرچہ تمام تعریفیں اور شکر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی دوسرے کا شکر ادا نہ کیا جائے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1954 کی ایک حدیث میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کو لوگوں کو برکت پہنچانے کے لیے استعمال کرتا ہے، جیسے کہ والدین۔ لہٰذا ان ذرائع کا شکر ادا کرنا نیکی کے منبع یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو ان کے وسائل کے مطابق ان کی کسی بھی مدد یا مدد کے لیے شکر گزار ہونا چاہیے، چاہے وہ ان کی طرف سے صرف دعا ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی نصیحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ادب المفرد نمبر 216 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ پس مخلوق کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ایک پہلو ہے جس کے نتیجے میں نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے اس لیے اس کی ہمیشہ اطاعت کرنی چاہیے اور کبھی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو دوسروں کی اطاعت صرف اسی صورت میں کرنی چاہیے جب اس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو، جیسے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت۔ باب 4 النساء آیت 80:

‘‘جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔’’

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو تسلیم کرنے میں اس کی بندگی کو قبول کرنا بھی شامل ہے۔ یہ بذات خود اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کا طریقہ خود طے نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے صرف اس ہدایت اور رہنمائی پر عمل کرنا چاہیے جو ان کے رب اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے۔

زبانی طور پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اعلان کرنا اور پھر اس کو عملی طور پر نظر انداز کر کے اپنے رب اور آقا کے بتائے ہوئے ضابطہ اخلاق کی پابندی کرنا منافقت ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کا مالک ہے۔ جب ایک مسلمان یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ اور ہر نعمت جو اسے عطا کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، تو اس کے لیے ان نعمتوں کو استعمال کرنا آسان ہو جاتا ہے جو اسے اپنے رب اور مالک کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ لوگ اکثر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، کیونکہ وہ جھوٹا یقین کرتے ہیں کہ یہ نعمتیں ان کی طرف سے حاصل کی گئی ہیں اور اس لیے ان کی ملکیت ہیں۔ لیکن مرکزی آیت اس غلط عقیدے کو درست کرتی ہے تاکہ کوئی یہ سمجھے کہ انہیں ان نعمتوں کا استعمال کرنا چاہیے جو انہیں ان کے حقیقی مالک کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ اسی طرح ہے کہ کس طرح ایک شخص صرف اس چیز کو استعمال کرتا ہے جسے وہ کسی اور سے قرض لے کر مالک کو خوش کرتا ہے۔ جب کوئی اس طرح کا برتاؤ کرے گا تو وہ ان دنیوی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور ان کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں گے، کیونکہ انہوں نے تمام نعمتوں کے مالک اللہ تعالیٰ کو واقعی یاد کیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

اس کے علاوہ، جب کوئی آسمانوں اور زمین پر غور کرے گا تو وہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی مثال کے طور پر، اگر کوئی دن اور رات پر غور کرتا ہے اور وہ وحدانیت اور ربوبیت کو دیکھے گا۔ کس حد تک مطابقت پذیر ہیں، تو وہ سمجھیں گے کہ یہ کوئی بے ترتیب واقعہ نہیں ہے، اس کا مطلب سورج سے بالکل ٹھیک فاصلے پر ہے، ایک قوت ہے جو اس کامل ہم آہنگی کو یقینی بناتی ہے۔ زمین ہے۔ اگر زمین سورج سے زیادہ یا قریب ہوتی تو یہ قابل رہائش نہ ہوتی۔ اسی طرح، پانی کا چکر، جس میں تیزابی بارش پیدا کرنے کے لیے سمندر اور سمندروں سے بخارات بنتے ہوئے پانی کو گاڑھا کرنا شامل ہے، جس کے نتیجے میں پہاڑوں اور چٹانیں بے اثر ہو جاتی ہیں، ایک بالکل متوازن چکر ہے۔ یعنی اتفاق سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ زمین کو اس طرح متوازن طریقے سے بنایا گیا ہے کہ ایک کمزور بیج اس میں نشوونما پا کر اس میں داخل ہو کر پودوں، فصلوں اور پودوں کو مہیا کر سکے، لیکن وہی زمین اتنی مضبوط ہے کہ بھاری عمارتوں کی تعمیر میں مدد دے سکے۔ سمندر میں کامل کثافت ہے جو بحری جہازوں کو اپنے اوپر چلنے کی اجازت دیتا ہے جبکہ سمندری زندگی کو اپنے اندر موجود رہنے دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے اندر یہ سب اور بہت سے دوسرے مظاہر بے ترتیب نہیں ہو اس کے علاوہ، اگر کوئی دن اور رات کے کامل وقت اور ہم آہنگی پر غور کرے تو وہ واضح سکتے۔ طور پر سمجھ جائیں گے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ صرف ایک ہی خدا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر خدا رات اور دن کو اپنی مرضی کے مطابق ہونے کا حکم دیتا۔ یہ سراسر تباہی کا باعث بنے گا، جیسا کہ ایک خدا سورج کو طلوع کرے گا جبکہ دوسرا خدا رات کو جاری رکھے گا۔ آسمانوں اور زمین کے اندر پایا جانے والا بلا روک ٹوک اور کامل نظام ثابت کرتا ہے کہ صرف ایک ہی خدا ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ باب 21 الانبیاء، آیت 22:

"اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔"

جس طرح ایک زمین کے دو بادشاہ نہیں ہو سکتے، جیسا کہ وہ بلا شبہ حتمی کنٹرول اور طاقت کے لیے لڑیں گے، نہ ہی ایک سے زیادہ خدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ایک خدا کی تعریف یہ ہے کہ وہ اعلی، حتمی اور بے مثال دیوتا ہیں۔ اگر ایک سے زیادہ ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی خدا نہیں ہوتا، جیسا کہ خدا کی صحیح تعریف صرف ایک پر لاگو ہو سکتی ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 42:

’’ کہہ دیجئے کہ اگر اس کے ساتھ دوسرے معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو وہ)ہر ایک (عرش کے مالک سے کوئی راستہ تلاش کرتے۔‘‘

اور باب 23 المؤمنون، آیت 91:

’’اللہ نے نہ کوئی بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔ اگر ہوتا تو ہر معبود اپنی تخلیق کو لے لیتا اور ان میں سے بعض دوسروں پر غالب آ جاتے۔ جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے بلند ہے۔‘‘

باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

اس کے علاوہ، یہ آیت ایک مسلمان کو یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ وہ ہر مشکل اور آزمائش سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، کیونکہ وہی اکیلا ہے جو انہیں راحت دے سکتا ہے کیونکہ وہی مخلوق کے معاملات کو چلاتا ہے۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2:

‘‘اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔’’

اس پناہ کو حاصل کرنے میں خلوص دل سے اس کی اطاعت کرنا شامل ہے، اس نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا استعمال کرتے ہوئے اسے راضی کرنا، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

مزید برآں، جیسا کہ اللہ رب العالمین اکیلا ہی مخلوق کے معاملات کو چلاتا ہے، اس لیے انسان کو کبھی بھی لوگوں کے اعمال کی فکر نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ مخلوق میں کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا۔ باب 9 توبہ آیت 51:

کہہ دیجئے کہ ہم پر ہرگز عذاب نہیں آئے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے‘‘۔’’

لہٰذا کسی کا کوئی بھی سامنا کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، انہیں چاہیے کہ وہ خلوص کے ساتھ اس کے فرمانبردار رہیں، یہ جانتے ہوئے کہ وہ ہمیشہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس میں شامل ہر فرد کے لیے کیا بہتر ہے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اس حقیقت کو عملی جامہ پہنانا انسان کو مخلوق سے خوف اور امید رکھنے سے روکتا ہے جو اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے۔ کوئی شخص اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے گا، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اس کی رضامندی کے لیے، خواہ مخلوق ان کے خلاف کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی مرضی کے بغیر ان کو یا دوسروں کو کچھ نہیں ہوتا۔ اعلیٰ باب 35 فاطر، آیت 2:

"اللہ تعالیٰ لوگوں کو جو کچھ بھی رحمت عطا فرمائے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور جس چیز کو وہ روکے، اس کے بعد اسے کوئی نہیں چھوڑ سکتا۔'‘

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر امید رکھنی چاہیے اور خواہش مندانہ سوچ سے بچنا چاہیے۔ خواہش مند سوچ وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے اور پھر اس کی مدد اور رحمت کی امید رکھتا ہے۔ جیسا کہ خواہش مندانہ سوچ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے منسلک ہوتی ہے، اسلام میں اس کی کوئی قدر نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سے امید ہمیشہ اس کی مخلصانہ اطاعت سے وابستہ ہے۔ یعنی جو شخص قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے والی نعمتوں کو استعمال کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ان گناہوں سے توبہ کرتا ہے جو وہ سرزد ہوتے ہیں، وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کی امید کی شرائط کو پورا کرتا ہے۔ ان دونوں رویوں کا فرق جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان ہوا ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

جیسا کہ رب کی اصطلاح میں برقرار رکھنا اور برقرار رکھنا شامل ہے، کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا نہیں کیا اور پھر اسے ترک نہیں کیا۔ جس طرح ایک عقلمند اور عادل بادشاہ اپنی رعایا کو اس کی نافرمانی کرنے اور اس کے قوانین کو جوابدہ ہوئے بغیر توڑنے کی اجازت نہیں دے گا، نہ ہی اللہ رب العالمین۔ صرف اس لیے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے فوری نتائج کو نہیں دیکھتا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی نتائج نہیں ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، نتائج کسی کی زندگی کے دوران ہوتے ہیں لیکن لاعلمی یا اس حقیقت کی وجہ سے کہ وہ اکثر لطیف ہوتے ہیں، ان کا ادراک اور پہچان نہیں ہوتا۔ جبکہ اس کے اعمال کے نتائج قیامت کے دن واضح ہو جائیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں عذاب سے پہلے اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لیں۔ باب 16 النحل، آیت 61:

" اور اگر اللہ لوگوں پر ان کے ظلم کا الزام لگاتا تو اس پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ ان کو ایک خاص مدت کے لیے مہلت دیتا ہے۔ اور جب ان کی میعاد آ جائے گی تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

آخر میں قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے شروع ہوتا ہے اور اس دنیا سے جڑا ہوا باب بھی اس کی حمد کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 10:

"اور ان کی آخری پکار یہ ہو گی، "الحمد للہ رب العالمین!"

جیسا کہ ابتداء اور انتہا کا تعلق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ درمیان میں موجود ہر چیز کو بھی اس کی حمد و ثنا سے مربوط ہونا چاہیے۔ یعنی دنیا میں زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اس کو راضی کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنایا جائے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں قابل تعریف اور بابرکت زندگی کا باعث بنے گا۔ باب النحل، آیت 16
:97

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

جبکہ، جو اس مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اس ملازم کی طرح ہے جو کام پر اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام ہونے کے بعد نکال دیا جاتا ہے۔ جس کو ان کے کام سے نکال دیا جاتا ہے وہ صرف اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے برطرف کر دیا وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی سے محروم ہو جاتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی نعمتیں جمع کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کا انتظام کر لیں۔ دنیاوی کامیابی دونوں جہانوں میں ان کے تناؤ اور پریشانی کا باعث بن جائے گی۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور)پھر (زیادہ روئیں اس کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے۔ "

اور باب 20 طہ، آیات 124-126:

"اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ تعالیٰ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 1 - الفاتحہ، آیت 3

ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ٣

‘‘سب سے زیادہ رحم کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا۔’’

‘‘سب سے زیادہ رحم کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا۔’’

یہ آیت اس حقیقت سے پیدا ہونے والے خوف کو متوازن کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے جس کا ذکر پچھلی آیت میں ہو چکا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 2:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے خوف کے درمیان توازن قائم کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اس کی نافرمانی کو روکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر امید رکھتا ہے، جو اس کی اطاعت کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ جیسا کہ کامل توازن قائم کرنا مشکل ہے، اس لیے آسانی کے اوقات میں اکثر اللہ تعالیٰ کے خوف کی طرف جھکنا چاہیے، تاکہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا غلط استعمال کرنے سے بچ جائے۔ لیکن مشکل کے وقت اور خاص طور پر موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے امید کی طرف جھکنا چاہیے جیسا کہ صحیح میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔ مسلم، نمبر 2877۔ مشکل کے وقت اور خاص طور پر موت کے وقت، انسان کے گناہوں کا امکان کم ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا افضل ہے۔ اس متوازن انداز کو برقرار رکھنے والا یہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی امیدوں اور خوفوں کا مثبت جواب دیتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ رحمٰن سے رحم حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں دوسروں پر رحم کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس بات کو اعمال کے ذریعے ظاہر کیا جانا چاہیے اور ان چیزوں میں دوسروں کی مدد اور مدد کرنا جو ان کے ذرائع کے مطابق اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسے کہ جذباتی، جسمانی اور مالی

مدد۔ .یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتا ہے جس طرح وہ لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

اصل آیت، جو پچھلی آیت کے بعد ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر ہے، اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مخلوق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد ان پر رحم کرنا ہے۔ دوسرے مذاہب کے برعکس جو خدا کو انتقام لینے والے کے طور پر پیش کرتے ہیں، اسلام اللہ، برگزیدہ، اور مخلوق کے درمیان تعلق کو رحمدل کے طور پر بیان کرتا ہے۔ یہ اس ضابطہ اخلاق کی نرم اور آسان فطرت کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے منتخب کیا ہے، یعنی اسلام۔ باب 2 البقرہ، آیت 185:

‘‘اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ ’’

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے فرائض اور ممانعتیں صرف چند ہیں اور ان سب کا مقصد ایک مسلمان کی زندگی کو فائدہ پہنچانا ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس لیے اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں رحمت اور آسانی کی زندگی پاتا ہے، خواہ اسے راستے میں تھوڑی سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

چونکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان تعلق رحمت کا ہے، اس لیے جب وہ قرآن مجید کی آیات کی تلاوت اور مطالعہ کرتے ہیں تو اس پر ایمان لانے میں دھوکا نہیں کھایا جانا چاہیے جس میں جہنم کی

واضح تصویر کشی کی گئی ہے۔ یہ آیات صرف ایک انتباہ ہیں جو اس کی طرف سے دی گئی ہے جو اپنی مخلوق کی حفاظت کا خیال رکھتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کسی شخص کی طرف سے کسی دوسرے کو آنے والے اور شدید خطرے سے خبردار کیا جاتا ہے۔ انتباہات کسی شخص کو جذباتی طور پر نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن وہ پھر بھی خبردار کرنے والے کا شکریہ ادا کریں گے، کیونکہ ان کی وارننگ نے انہیں بڑے نقصان سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے موضوع پر خاموش رہ سکتا تھا یا مختصراً اس کا تذکرہ کر سکتا تھا لیکن جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ جہنم کی ہولناکیوں سے خود کو بچائیں، اس لیے اس نے بارہا انہیں اس کی سختی سے خبردار کیا ہے۔ کسی کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں ہونا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہوتا تو وہ جہنم کو پیدا نہ کرتا۔ یہ ایک احمقانہ رویہ ہے کیونکہ تخلیق کو ایک خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، ایسا مقصد جو سزا کی موجودگی کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ برے کے ساتھ نیکی کرنے والے جیسا سلوک کرتا ہے تو یہ اس کے انصاف کے منافی ہوگا۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21:

"کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری کر دیں گے؟ برا ہے وہ جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔"

باب 1 الفاتحہ، آیت 3:

‘‘سب سے زیادہ رحم کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا۔’’

جیسا کہ آخری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رب العالمین کے علاوہ کوئی اور نہیں، اللہ تعالیٰ اس ضابطہ اخلاق کا فیصلہ کرتا ہے جس پر مخلوق کو عمل پیرا ہونا چاہیے، اس لیے مرکزی آیت اشارہ کرتی ہے کہ یہ ضابطہ اخلاق رحمت اور آسانی پر مبنی ہے۔ یعنی اس ضابطہ اخلاق کا ہر پہلو

انسانوں کی فطرت کے مطابق ہے اور ہمیشہ ان کو فائدہ پہنچاتا ہے، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 185:

‘‘اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ ’’

اور باب 2 البقرہ آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

باب 1 - الفاتحہ، آیت 4

مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ٤

"جزا کے دن کا حاکم۔"

"جزا کے دن کا حاکم۔"

،اللہ تعالیٰ تمام چیزوں اور دنوں کا مالک ہے، پھر بھی قیامت کے دن کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس دن مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کی حاکمیت کا انکار نہیں کرے گا، چاہے وہ اس دنیا میں بہت سے لوگ کیوں نہ ہوں۔ جو آج اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی رضامندی کے طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے اس کی حاکمیت کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اسے اطمینان اور اطمینان عطا کیا جائے گا۔ قیامت کے دن حاکم۔ جبکہ جو شخص اس کا انکار کرتا ہے اور اس کی بجائے خود کو یا دوسروں کو حاکمیت دینے کی کوشش کرتا ہے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو ان کو عطا کی گئی ہیں، وہ اس دنیا میں غالب آجائے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچل دیا جائے گا۔ چیزیں باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد منصف ہے جو مخلوق کو ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اس سے ،کسی غلطی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ جس میں کسی کے گناہوں یا اعمال صالحہ کا حساب نہ لیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، کسی کے لیے مصیبت سے نکلنے کا راستہ رشوت دینے کا کوئی طریقہ نہیں ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ عادل ہے۔ لہٰذا، جس طرح احتساب کے تمام راستے بند ہیں، اس کے لیے عملی طور پر تیاری کرنی چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ جو بھی سماجی اثر و اختیار کسی کو حاکم نے عطا کیا ہے، اسے چاہیے کہ اس کا استعمال ان طریقوں سے کریں جو اس کی رضا کے لیے ہوں، ورنہ وہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گے جب وہ اپنا تمام سماجی اثر و رسوخ کھو دیں گے۔ اور اتھارٹی .جس طرح کسی بادشاہ کا سفیر جس نے بادشاہ کی طرف سے دیے گئے اختیارات کا غلط استعمال کیا، جب وہ اس کے پاس واپس آئے گا تو اس کی طرف سے سزا دی جائے گی، اسی طرح جو شخص اپنے دیے گئے اختیارات اور سماجی اثر و رسوخ کا غلط استعمال کرے گا اسے اس کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اعمال، جلد یا بدیر .جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو کسی نہ کسی قسم کا اختیار دیا ہے، جیسے کہ اس کے اپنے جسم اور دیگر دنیاوی نعمتوں پر اختیار، کوئی بھی اس احتساب سے خالی نہیں۔

یہ آیت اس زمین پر انسان کی زندگی کے اصل مقصد کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے :اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات اور ان کے آخری احتساب کے لیے تیاری کرنا۔ اس لیے اس ناگزیر ملاقات کی تیاری کو دیگر تمام چیزوں پر ترجیح دینی چاہیے، خاص طور پر وہ چیزیں جو نہیں ہو سکتیں، جیسے کسی کی ریٹائرمنٹ۔ جس طرح ایک شخص جو کاروباری میٹنگ کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری میں ناکام ہو جائے گا، قیامت کے دن۔ باب 20 طہٰ، آیت 111:

"اور تمام چہرے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے کے سامنے جھک جائیں گے۔ اور جو لوگ ظلم کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں وہ خسارے میں ہوں گے۔"

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے عملی طور پر اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔ مؤخر الذکر کو یاد رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ بعض اکثر اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہیں اور پھر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔ ظالم کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ ان کا مظلوم اسے پہلے معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں، جس کا

سب سے زیادہ امکان ہے، کیونکہ لوگ اتنے رحم دل نہیں ہیں، تو ظالم مجبور ہو جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے شکار کو دے اور اگر ضرورت ہو تو ظالم اپنے شکار کے گناہوں کو لے گا، یہاں تک کہ انصاف قائم ہو جائے۔ یہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کر رہا ہو۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مرکزی آیت یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ اس دنیا میں اپنے اعمال اور گفتار کے حوالے سے اپنے آپ کو جوابدہ بنائیں جیسا کہ قیامت کے دن ان سے جوابدہ ہوں گے۔ جو شخص اس دنیا میں اپنے آپ کو جوابدہ بناتا ہے، خود غوروفکر اور اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر بنانے کی مخلصانہ کوششوں سے، اسلامی علم سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے، وہ اس دنیا میں امن اور آسان حساب پائے گا۔ یومِ جزا، جیسا کہ ان کی خود غور و فکر نے انہیں عملی طور پر روزِ حشر کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دی، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ جو شخص اپنے اعمال کا از خود غور و فکر کرنے سے قاصر رہتا ہے وہ اپنے افعال اور گفتار کو درست نہیں کرے گا اور اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گمراہ ہو جائے گا۔ یہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو ان کو دی گئی ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں مشکل زندگی اور آخرت میں سخت اور کٹھن حساب ہوگا۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

باب 1 الفاتحہ، آیت 4:

"جزا کے دن کا حاکم۔"

قیامت کے دن احتساب کے یقین اور خوف کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی معاشرے کا قانون اتنا سخت ہے کہ بعض کو جرائم کرنے سے روک سکتا ہے، سچ یہ ہے کہ ہمیشہ ایسے لوگ ہوں گے جو اب بھی جرائم کا ارتکاب کریں گے جب انہیں یقین ہو کہ وہ کسی نہ کسی طرح قانون کے جوابدہ ہونے سے بچ سکتے ہیں، جیسے کہ رشوت یا پولیس سے بچنا. دوسرا پہلو جو ایک پرامن معاشرے کو یقینی بناتا ہے وہ ہے انسان کا یقین اور قیامت کے دن ان کے احتساب کا خوف، جو کہ ناگزیر ہے۔ جو شخص دنیوی حکام سے بچ سکتا ہے وہ اس خوف سے جرائم اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز آجائے گا، جیسا کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار سے کبھی نہیں بچ سکتے، جو کہ برتر، بادشاہ اور روزِ جزا کے مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کو واحد حاکم کے طور پر تسلیم کرنا اس کی بندگی کو بالواسطہ تسلیم کرنا ہے۔ بندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر حال میں اپنے آقا کی مخلصانہ اطاعت کی جائے، اس نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس کی خوشنودی کے لیے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ ایسے طرزِ زندگی کا انتخاب کرنا جو اس راستے کی مخالفت کرتا ہو، اللہ تعالیٰ کی بندگی کے دعوے کی نفی کرتا ہے۔ سچا بندہ صرف وہی کرتا ہے جو اس کا مالک حکم دیتا ہے۔ ایک بندہ اپنے اور اپنے پیاروں کے حوالے سے حکیم اور عادل آقا کے انتخاب اور احکام کو بھی قبول کرے گا، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اکیلے ہی اس بات کا انتخاب کرتا ہے جو اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہے، چاہے یہ واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند "ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے، اکیلے، کسی کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ کسی اور کی اطاعت کریں گے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، کیونکہ مخلوق ان کو حاکم سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ باب 14 ابراہیم، آیت 42:

اور یہ ہرگز نہ سمجھو کہ اللہ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے۔ وہ انہیں صرف ایک دن کے لیے " ‘‘مؤخر کرتا ہے جب آنکھیں گھور رہی ہوں گی۔

،جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، وہ مخلوق کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2:

‘‘اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔’’

باب 1 الفاتحہ، آیت 4:

"جزا کے دن کا حاکم۔"

یہ آیت اس احمقانہ رویہ کو بھی ختم کرتی ہے کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ کوئی شخص اس کی نافرمانی کی زندگی گزارنے کے بعد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر لے گا۔ یوم جزا جزا کا دن ہے، یہ امن قائم کرنے کا دن یا دوسرے امکانات کا دن نہیں ہے۔ یہ دنیا اعمال کی جگہ ہے اور آخرت جزا کی جگہ ہے۔ کسی کو یہ سوچ کر بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت پر مبنی ضابطہ اخلاق کے تحت عملی طور پر زندگی گزار سکتے ہیں اور پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن کامیابی حاصل کر لیں گے۔ یہ خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہمیشہ اس کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ یعنی جو شخص سچے دل سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتا ہے جو اس کے لیے خوش ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، وہی ہے جو واقعی امید رکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں کو معاف کرے گا اور انہیں جنت سے نوازے گا۔ مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلام کو جزا کے دن تک لانا چاہیے نہ کہ صرف اندرونی ایمان۔ اسلام ایک عملی ضابطہ حیات ہے جو اس بات پر اثرانداز ہوتا ہے کہ انسان اپنی عطا کردہ ہر نعمت کو کس طرح استعمال کرتا ہے، یہ صرف ایک اندرونی عقیدہ نہیں ہے۔ اس کی وضاحت صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ دوسری صورت میں سوچنا صرف خواہش مندانہ سوچ اور دونوں جہانوں میں بڑا نقصان پہنچاتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 85:

”جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرے گا وہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔“

مرکزی آیت بھی ایمان کے یقین کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ آیت میں یہ اعلان نہیں کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ، یومِ جزا کا حاکم ہوگا، بلکہ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ پہلے سے ہی جزا کے دن کا حاکم ہے حالانکہ ابھی قیامت نہیں آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا واقع ہونا اتنا یقینی ہے کہ گویا وہ

واقع ہو چکا ہے۔ ایک مسلمان کو قیامت کے حوالے سے اس یقین کو اپنانا چاہیے، تاکہ وہ اس کے لیے عملی طور پر تیاری کر سکے، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ کمزور ایمان رکھنے والا روزِ قیامت اپنے ایمان کا اعلان زبانی طور پر کرے گا لیکن اپنے عمل سے اس کا اظہار نہیں کرے گا۔ یقین اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن مجید کو سیکھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تاکہ دنیا کی حقیقت، اس کا مقصد اور اس میں مذکور دیگر سچائیاں واضح ہو جائیں۔ انہیں یہ وضاحت ایمان کے یقین کی طرف لے جائے گی اور یہ یقینی بنائے گی کہ ایک شخص عملی طور پر اس انداز میں زندگی بسر کرے جس سے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہو۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

،اصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف قیامت کے دن اپنی مکمل اور خصوصی حاکمیت کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس کی حاکمیت اس مادی دنیا پر بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی چیزوں کو جمع کرنے، ذخیرہ اندوزی کرنے اور لطف اندوز ہونے پر قیامت کی تیاری کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس دنیا میں ایک مسلمان کا مشن یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے عملی طور پر تیاری کرے۔ اس میں اُن نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اُس نے اُن کو عطا کی ہیں اُن طریقوں سے جو اُسے خوش کرتے ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے دونوں جہانوں میں امن ملے گا جیسا کہ اس نے اس دنیا میں اپنا مقصد پورا کیا۔ لیکن جو شخص اس مقصد کو پورا کرنے میں ناکام ہو جائے گا وہ ایک بے معنی اور بے معنی زندگی اختیار کرے گا جس میں حقیقی ذہنی یا جسمانی سکون نہ ہو، خواہ اس کے پاس تفریح اور تفریح کے لمحات ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ ان کی دنیاوی چیزیں ان کے لیے تناؤ اور پریشانی کا باعث بن جائیں گی۔ .باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور)پھر (زیادہ روئیں اس کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے۔ "

باب 1 الفاتحہ، آیت 4:

"جزا کے دن کا حاکم۔"

یہ آیت کسی کو یہ احمقانہ عقیدہ اختیار کرنے سے بھی روکتی ہے کہ چونکہ انہوں نے اس دنیا میں اپنے اعمال کے نتائج کو نہیں پہچانا اس کا مطلب ہے کہ وہ ان کا سامنا نہیں کریں گے۔ ہر ایک کو دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس دنیا میں، نتائج اکثر باریک ہوتے ہیں اور اس لیے غافل اپنے چہرے کی مشکلات، جیسے کہ پریشانی، تناؤ اور افسردگی کو اپنے نافرمان اعمال سے جوڑنے میں ناکام رہتے ہیں۔ جبکہ قیامت کے دن اپنے اعمال کے نتائج بالکل واضح کر دیے جائیں گے۔ لہٰذا ان کی زندگی میں پیش آنے والی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام اور اپنے اعمال کا نتیجہ سمجھنا چاہیے اور اگر ضروری ہو تو توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنی چاہیے۔ قیامت تک پہنچنے سے پہلے انسان کو ان دوسرے مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے، جہاں حاکم انہیں مزید کوئی موقع نہیں دے گا اور وہ اپنے اعمال کے مکمل نتائج کا سامنا کریں گے۔

مرکزی آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ چونکہ یومِ جزا کا واقع ہونا یقینی ہے اس کے لیے سادہ طرز زندگی اختیار کرتے ہوئے عملی طور پر تیاری کرنی چاہیے۔ اس میں اس دنیا میں اپنے وسائل اور ذمہ داریوں کے مطابق کوشش کرنا اور فضول خرچی اور فضول خرچی سے حتی الامکان بچنا شامل ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ان کا احتساب جتنا لمبا ہو گا اتنا ہی زیادہ تناؤ اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، چاہے وہ جہنم میں کیوں نہ بھیجے جائیں۔ صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جس کے اعمال کی اللہ تعالیٰ نے جانچ پڑتال کی، قیامت کے دن اسے سزا دی جائے گی۔ سادہ زندگی گزارنے سے انسان کو غیر ضروری مصروفیات سے روکتا ہے جس سے دماغ اور جسم کا سکون اور قیامت کے دن آسان حساب ملتا ہے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 4118 کی ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

:اس باب کی ابتدائی آیات میں پانچ الٰہی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 4-2

اللہ رب العالمین۔ سب سے زیادہ رحم کرنے والا، سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔ جزا کے دن کا ..." حاکم۔"

اللہ تعالٰی تمام جہانوں کا رب ہے کیونکہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اس کی پرورش اور پرورش کی۔ وہ رحم کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے کیونکہ وہ مخلوق کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے، ان کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے، ان کی سچی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی رہنمائی کرتا ہے جو ان کے لیے دونوں جہانوں میں بہتر ہے۔ وہ جزا کے دن کا حاکم ہے، کیونکہ وہ انسانوں کے اعمال کا انصاف، منصفانہ اور رحم کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

جب کوئی ان پانچ الٰہی صفات کو سمجھتا ہے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت اور اطاعت کا حق نہیں ہے۔ یہ گواہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

آخرکار یومِ جزا ایک ایسی چیز ہے جو منطق کے اعتبار سے بھی واقع ہونی چاہیے۔ اگر کوئی آسمانوں اور زمین کا مشاہدہ کرے تو وہ ایک متوازن نظام کی بہت سی مثالیں واضح طور پر پہچانیں گے۔ مثال کے طور پر سورج زمین سے متوازن اور کامل فاصلے پر ہے۔ اگر سورج زمین سے مختلف فاصلے پر ہوتا تو زمین قابل رہائش ہوتی۔ پانی کا چکر بالکل متوازن نظام کی ایک اور مثال ہے۔ اس میں سمندروں اور سمندروں سے پانی کا بخارات بن کر فضا میں شامل ہوتا ہے جو پھر بارش پیدا کرنے کے لیے گاڑھا ہوتا ہے۔ یہ نظام زمین پر زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ زمین خود بالکل متوازن طریقے سے تخلیق کی گئی تھی۔ ایک طرف، یہ کمزور بیج کو بڑھنے اور اس کی سطح میں گھسنے کی اجازت دیتا ہے تاکہ تخلیق کے لیے سامان فراہم کیا جا سکے۔ دوسری طرف زمین اتنی گھنی ہے

کہ اس پر اونچی عمارتیں تعمیر کی جا سکتی ہیں جو کہ ترقی کے لیے بہت ضروری ہیں۔ اگر کوئی سمندر کا مشاہدہ کرتا ہے، تو وہ واضح طور پر ایک بالکل متوازن نظام کی نشاندہی کریں گے۔ پانی کی متوازن کثافت بڑے بڑے بحری جہازوں کو اس کی سطح پر چلنے کی اجازت دیتی ہے، جس کی تجارت اور سفر کے لیے ضرورت ہوتی ہے، جبکہ سمندری زندگی کو اس کے اندر پھلنے پھولنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اس دنیا میں ایک بڑی غیر متوازن چیز ہے۔ لوگوں کے اعمال .انسان اکثر دیکھتا ہے کہ ظالم اس دنیا میں سزا سے کیسے بچ جاتے ہیں۔ دوسری طرف، ایسے بے شمار لوگ ہیں جو صبر کے ساتھ ظلم و ستم اور دیگر مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں لیکن پھر بھی وہ پورا اجر نہیں ،پاتے جس کے وہ مستحق ہیں۔ بہت سے مسلمان جو خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، انہیں اکثر آزمائشوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس دنیا میں امتحان لیتے ہیں اور اپنے اجر میں سے تھوڑا سا حصہ ہی پاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا نافرمانی کرنے والے دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں کم مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کائنات میں بہت سے مکمل متوازن نظام قائم نہیں کرے گا لیکن لوگوں کے اعمال میں پائے جانے والے عدم توازن کو نظر انداز کر دے گا۔ لوگوں کے اعمال میں توازن ظاہر ہے اس دنیا میں نہیں ہوتا اس لیے اسے کسی اور وقت .میں ہونا چاہیے۔ جزا کا دن

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں پوری طرح جزا اور سزا دے سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہ کرنے کے پیچھے جو حکمت ہے ان میں سے ایک پچھلی آیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی کسی کو فوراً اس کے عمل کے مطابق سزا دینے کے بجائے اللہ تعالیٰ بہت سے مواقع دیتا ہے کہ وہ سچے دل سے توبہ کر کے اپنے طرز عمل کو درست کر لیں۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 3:

"سب سے زیادہ رحم کرنے والا، سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔"

اور باب 35 فاطر، آیت 45:

اور اگر اللہ لوگوں پر ان کی کمائی کا الزام لگاتا تو اس پر]یعنی زمین [کسی جاندار کو نہ چھوڑتا۔ " لیکن وہ ان کو ایک خاص مدت کے لیے ٹال دیتا ہے۔ اور جب ان کا وقت آجاتا ہے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔

وہ اس دنیا میں نیکی کرنے والوں کو پورا پورا بدلہ نہیں دیتا کیونکہ یہ دنیا جنت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ غیب پر ایمان لانا ;آخرت میں ایک مسلمان کے لیے مکمل اجر کا انتظار، اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ درحقیقت غیب پر یقین ہی ایمان کو خاص بناتا ہے۔ کسی ایسی چیز پر یقین رکھنا جو پوشیدہ نہیں ،ہے اور پانچ حواس کے ذریعے محسوس کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اس مادی دنیا میں پورا اجر ملنا کوئی خاص بات نہیں ہوگی۔

قیامت کے شروع ہونے کے لیے اس مادی دنیا کو اپنے انجام تک پہنچنا چاہیے۔ اس لیے کہ سزا اور جزا تب ہی مل سکتی ہے جب تمام لوگوں کے اعمال مکمل ہو جائیں۔ لہٰذا، یومِ جزا، کائنات کے اندر موجود نشانیوں کے مطابق واقع ہونا چاہیے، اور صرف اس وقت واقع ہو گا جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔

باب 1 - الفاتحہ، آیت 5

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ٥

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

جیسا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پرورش دیتا ہے اور اسے برقرار رکھتا ہے، اسی لیے صرف وہی عبادت اور اطاعت کا مستحق ہے۔

عبادات کا دائرہ عبادات کے علاوہ ہے، جیسے نماز یا قرآن پاک کی تلاوت۔ عبادت کا جوہر اطاعت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، ہر حال میں جس کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر نعمت عطا کی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جس نے اس طرح کا برتاؤ نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت نہیں کی، خواہ وہ نماز اور روزہ کیوں نہ رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا جس کو انسان پورا نہ کر سکے، اس لیے اگر وہ خلوص نیت سے اس کی عبادت اور اس کی اطاعت میں ناکام رہے تو اس کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

جیسا کہ مرکزی آیت کی ساخت میں عبادت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ انسان کی عبادت خالص اللہ کے لیے ہو، نہ کہ دنیاوی چیزوں کے لیے۔ اسلامی تعلیمات میں بتائی گئی چیزوں جیسے کہ جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا قابل تعریف ہے، لیکن دوسری دنیاوی چیزوں کی خاطر اس کی عبادت کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ انتہائی کم نظری اور علم کی کمی کی وجہ سے، ایک شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ اس لیے دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے گریز کرنا ہی بہتر ہے، جب کہ انسان یہ نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت دنیاوی چیزوں کی خاطر کرتا ہے وہ اکثر پریشان ہو جاتا ہے اگر وہ اپنی خواہش کو حاصل نہ کر سکے۔ یہ اس بات کا سبب بن سکتا ہے کہ وہ کنارے پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرے، جس سے وہ صرف اس وقت خوش ہوتے ہیں جب ان کی

خواہشات پوری ہوتی ہیں اور جب ایسا نہیں ہوتا ہے تو ناراض ہوجاتے ہیں۔ یہ شخص اپنی خواہشات کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے۔ باب 22 الحج، آیت 11:

"اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔"

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

"...ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"

یہاں استعمال ہونے والا دوسرا ضمیر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کو ایمان کی فضیلت تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایمان کا یقین ہوتا ہے۔ جب کوئی اس درجے پر پہنچ جائے گا تو وہ کم ہی گناہوں کا ارتکاب کریں گے اور وہ ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مسلسل واقف ہیں۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

‘‘اور ہم آپ سے مدد کے لیے دعا گو ہیں۔’’

اس آیت میں مدد طلب کرنے کے لیے جو عربی لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد وہ ہے جب کوئی شخص کسی صورت حال میں اپنی پوری کوشش کرتا ہے پھر دوسرے سے مدد کی امید رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کو سست روی نہیں اختیار کرنی چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں کوشش کرنے میں ناکام رہے اور پھر بھی اس کی مدد کی امید رکھیں۔ یہ خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ اسلام کا ایک سادہ فلسفہ ہے۔ ایک کو ان کی کوششوں کے مطابق ملے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے تھوڑی سی کوشش کرتے ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، تو انہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ حمایت اور مدد کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ باب 53 عن نجم، آیت 39:

‘‘اور یہ کہ انسان کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔’’

زیر بحث مرکزی آیت میں مدد کی طلب کو مخصوص کے بجائے عمومی رکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مخصوص دنیاوی چیزیں نہیں مانگنی چاہئیں کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ ایک شخص کتنا ہی تجربہ یا علم رکھتا ہے، وہ ہمیشہ انتہائی کم نظر اور اپنے انتخاب اور خواہشات کے نتائج اور نتائج سے لاعلم رہے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

لہٰذا، ایک عقلمند شخص صرف ان چیزوں کے لیے الٰہی مدد طلب کرے گا جن کی اسلام نے سفارش کی ہے، جیسے کہ جنت کی تلاش، اور مخصوص دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے مدد طلب کرنے سے گریز کیا جائے گا۔ ایک مسلمان کو بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی فیصلہ کرے گا جو ان کے اور ان کے چاہنے والوں کے لیے بہتر ہے۔ باب 9 توبہ آیت 51:

کہہ دو کہ ہم پر ہرگز نہیں مارے جائیں گے مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ وہ ہمارا'' کارساز ہے "اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

یہ اعتماد ایمان کے یقین سے حاصل ہوتا ہے جو اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

''اور ہم آپ سے مدد کے لیے دعا گو ہیں۔''

اس سے انسان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع استعمال کرنے اور پھر اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ کسی کو لوگوں پر بھروسہ کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے، کیونکہ لوگ اکثر ایک دوسرے کو نیچا دکھاتے

ہیں۔ جب کوئی ایک دوسرے پر انحصار کرتا ہے، جیسے کہ ان کے رشتہ دار، وہ آخر کار ان کے ہاتھوں مایوس ہو جائیں گے، کیونکہ کوئی بھی شخص کامل نہیں ہوتا۔ یہ لوگوں کے درمیان تلخی اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بن سکتا ہے اور یہ دوسروں کے حقوق کو پورا کرنے سے بچنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت میں عملی طور پر کوشش کرتا ہے اور پھر اس کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے، وہ تمام حالات میں راہ راست پر رہے گا، خواہ یہ ظاہر نہ ہو۔ انہیں باب 65 میں طلاق، آیت 3:

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے‘‘۔’’

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

جیسا کہ جمع کا لفظ لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کبھی بھی فخر نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار مخلص اور مخلص بندوں میں سے صرف ایک فرد ہیں، جیسے فرشتے ایک مسلمان کو شکر گزار رہنا چاہیے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لیے الہام، صلاحیت، موقع اور طاقت فراہم کی گئی ہے۔ انہیں ہر حال میں خلوص دل سے اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے یہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس میں اُن نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اُس نے اُن کو عطا کی ہیں اُن طریقوں سے جو اُسے خوش کرتے ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں مزید برکتوں کا باعث بنتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

مرکزی آیت بھی تمام امور میں خدائی مدد اور مدد حاصل کرنے کی شرط کی طرف اشارہ کرتی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ہر اس صورتحال پر کامیابی کے ساتھ قابو پانے کی طاقت دے گا جس میں مشکل کے وقت صبر اور آسانی کے وقت شکر گزاری شامل ہے اور انہیں دونوں جہانوں میں اس کی پناہ دی جائے گی۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے ۔

ہر شخص تین حالتوں کا تجربہ کرتا ہے :ماضی، حال اور مستقبل۔ اپنے ماضی اور حال کے حوالے سے، باب 1 الفاتحہ کی آیات 2 اور 3 مسلمانوں کو یاد دلاتی ہیں کہ وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے مقروض ہیں، جیسا کہ وہ اکیلا ہی پیدا کرتا ہے، برقرار رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔ وہ اکیلا ہی کسی شخص کے پچھلے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور حال اور مستقبل میں اس کی رہنمائی کر سکتا ہے جو اس کے لیے دونوں جہانوں میں فائدہ مند ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیات 2-3:

‘‘تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو نہایت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔’’

باب 1 کی آیت 4 الفاتحہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا اس لیے وہ اس ناگزیر دن پر مکمل طور پر اسی پر منحصر ہیں۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 4:

"جزا کے دن کا حاکم۔"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ ہر شخص اپنی تمام حالتوں میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے۔ زیر بحث مرکزی آیت اس بات کو مکمل کرتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اطاعت و بندگی کے لائق ہے اور ہر حال میں صرف اسی سے مدد حاصل کر سکتا ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

لہٰذا، اگر کوئی مسلمان ہر حال میں، ماضی، حال اور مستقبل میں خدا کی مدد اور برکات حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس کی خوشنودی میں بیان کی گئی ہیں، خلوص دل سے اس کی اطاعت کرے۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ باب 51 ذریات، آیت 56:

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں‘‘۔’’

انسان کو اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے جب وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں اور اپنی خواہش کی دنیاوی چیزیں حاصل کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے دنیا میں کوشش کرنا، جیسے کہ رزق، اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ساتھ کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ان کا مقصد ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر خلوص دل سے عمل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

بے شک، اس دنیا میں انسان جس سب سے بڑے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ذہنی اور جسمانی سکون ہے۔ لوگ اسے مختلف جگہوں پر تلاش کر سکتے ہیں، جیسے کہ دولت یا شہرت یا خاندان، لیکن ہر معاملے میں حتمی مقصد ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنا ہے۔ مرکزی آیت یہ واضح کرتی ہے کہ کوئی شخص اس حتمی مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا، یا کوئی اور، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت میں ناکام رہے گا۔ اس میں اُن نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اُس نے اُن کو عطا کی ہیں اُن طریقوں سے جو اُسے خوش کرتے ہیں۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے، وہ اسے ذہنی سکون سے روک دے گا، کیونکہ یہ سکون کسی کی تمام خواہشات کو پورا کرنے میں مضمر نہیں ہے۔ مذہب کا مقصد تناؤ، اضطراب اور دیگر ذہنی عوارض کے بوجھ کو دور کرنا ہے جو اس دنیا میں اپنی تمام خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ مذہب کا مقصد ایک صحت مند ضابطہ اخلاق پر ڈالنا ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک ڈاکٹر اپنے مریض کو صحت مند غذا کی منصوبہ بندی پر رکھتا ہے۔ یہ جاننے کے لیے کسی ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر یہ مریض اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو نظر انداز کر کے اپنی تمام خواہشات میں مبتلا ہو جائے تو وہ خراب ذہنی اور جسمانی صحت جیسے ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر، ہارٹ فیل، ڈپریشن وغیرہ کا شکار ہو جائے گا۔ جبکہ، جو اپنے ڈاکٹر کے منصوبے پر عمل کرتا ہے، چاہے وہ ان کی تمام خواہشات کو پورا کرنے سے روکے، وہ صحت مند دماغ اور جسم حاصل کرے گا۔ اسی طرح جو شخص اسلام کے ضابطہ اخلاق پر عمل کرے گا وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

استعمال شدہ جمع شکل اتحاد کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک ضابطہ اخلاق پر متحد ہونا چاہیے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کیسے کی جائے اور اپنے تمام معاملات میں اس کی مدد کیسے حاصل کی جائے۔ اس متحد گروہ کے سربراہ تمام مخلوقات میں سے چنے ہوئے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

"کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔"

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21:

"یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔"

اور باب 59 الحشر، آیت 7:

"اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔"

لہٰذا کسی کو اپنے دنیوی یا دینی معاملات کے سلسلے میں کبھی بھی اپنی روش طے کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جس چیز کی جڑ ان دو منابع ہدایت میں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 85:

" اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

مرکزی آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی جانی چاہیے، اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ دوسروں کی مدد اسی وقت مانگی جا سکتی ہے جب یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق چلتی ہو، کیونکہ یہ دنیا اس طرح بنائی گئی ہے جہاں لوگوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ لیکن ان مذہبی شخصیات سے بچنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان رکاوٹ کا کام کرتے ہیں اور لوگوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کے ہاتھ چومیں اور بلا شبہ ان کی اطاعت کریں تاکہ وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کر سکیں۔ یہ گمراہی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان رکاوٹ نہیں تھے۔ وہ رہنما تھے، جنہوں نے وہ راستہ دکھایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ یعنی انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا طریقہ سکھایا اور انہوں نے نہ سکھایا اور نہ ہی لوگوں سے ان کی خوشنودی کی توقع کی۔ یہ فرق ہے ایک حقیقی روحانی رہنما اور ان لوگوں کے درمیان جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان رکاوٹیں اور دروازے کی حفاظت کرتے ہیں۔

باب 1 - الفاتحہ، آیت 6

ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ٦

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما‘‘۔’’

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما‘‘۔’’

یہ آیت اس سب سے اہم چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے انسان کو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 5:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں‘‘۔’’

لہٰذا یہ مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ اس دنیا میں ان کا اصل مقصد دولت اور اختیار جیسی دنیاوی چیزوں کی طرف رہنمائی کرنا نہیں ہے، بلکہ اس ہدایت کے حصول کی کوشش کرنا ہے جس سے انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہو۔ یہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ راستے پر چلتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور’’ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کوئی راستہ صرف اس وقت کارآمد ہوتا ہے جب کوئی اس سے نیچے سفر کرتا ہے۔ بس راستے کے موجود ہونے پر یقین رکھنا اور راستے کے بارے میں علم ہونا مطلوبہ منزل تک پہنچنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ مطلوبہ منزل تک پہنچنے کے لیے کسی کو عملی طور پر راستے کا سفر کرنا چاہیے۔ لہٰذا جیسا کہ اس آیت سے اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کو عملی طور پر قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان

طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کریں گے۔"

مرکزی آیت یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ صحیح رہنمائی صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے۔ اس کو یاد رکھنا غرور کو اپنانے سے روک دے گا، ایک ایٹم کی قیمت جس کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 6:

"ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما"۔

جیسا کہ یہ دعا قرآن کریم کے پہلے باب میں رکھی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدھا راستہ وہی ہے جو اس کے پیچھے چلتا ہے، یعنی قرآن کریم۔ اس طرح، کسی کو یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ جیسا کہ قرآن پاک 1400 سال پہلے نازل ہوا تھا، اب یہ جدید دنیا میں لاگو نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں رہنمائی، اور توسیع کے لحاظ سے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں رہنمائی، لازوال ہے، کیونکہ وہ انسانوں کی فطرت اور جوہر کے لیے تیار کی گئی ہیں۔ اگرچہ دنیا وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے، جیسے ٹیکنالوجی، زبانیں اور ثقافتیں، پھر بھی انسانوں کا جوہر اور فطرت ہمیشہ ایک جیسی رہے گی۔ انسانوں کے جذبات، رویہ، ذہنیت، طرز عمل، خواہشات، ضروریات اور خواہشات ہمیشہ ایک جیسی رہی ہیں اور صرف اسی صورت میں تبدیل ہو سکتی ہیں جب انسان مختلف نسلوں میں ارتقاء

پذیر ہوں۔ جیسا کہ یہ کبھی نہیں ہوگا، قرآن پاک کی ہدایت، جس کا مقصد انسانوں کی فطرت ہے، اس لیے لازوال ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو ہر اس شخص پر واضح ہوجاتی ہے جو اس کی تعلیمات کا مطالعہ کرتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش کرے تاکہ وہ ان تعلیمات کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں نافذ کر سکے۔ اس سے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

باب 1 الفاتحہ، آیت 6:

’’ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما‘‘۔

سیدھا راستہ ایک متوازن زندگی ہے جس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض کو ادا کرتا ہے اور اعتدال کے ساتھ دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ مکمل طور پر متوازن زندگی کا حصول مشکل ہے، اس لیے انسان کو ہمیشہ دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی نعمتوں کو استعمال کرنے کی طرف جھکاؤ رکھنا چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص محفوظ زون میں رہے، چاہے وہ کبھی کبھار سفر کر لے اور گناہوں کا ارتکاب کرے۔ جبکہ حلال لذتوں میں زیادتی کرنے والا گناہوں کا مرتکب ہونے اور راہِ راست سے بھٹکنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ باب 87 العلا، آیات 16-17:

’’لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔‘‘

باب 1 الفاتحہ، آیت 6:

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما‘‘۔’’

قیامت کے دن لوگوں کو اس پل کو عبور کرنے کا حکم دیا جائے گا جو جہنم کے اوپر بنایا جائے گا۔ جو اسے کامیابی سے عبور کر لے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو نہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ قیامت کے پل کا ذکر بہت سی احادیث میں آیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6573 میں موجود ہے۔ یہ حدیث متنبہ کرتی ہے کہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اس پل پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بعض کو ان کے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور بعض کو پل صراط سے گزرنے اور جنت میں پہنچنے سے پہلے ہی سخت اذیت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ دوسروں کو کم مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور جنہوں نے خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وہ نقصان سے محفوظ رہیں گے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے پل اس حساب سے عبور کرے گا کہ اس نے اس دنیا میں صراط مستقیم پر کتنی درستی کی ہے۔ جو اس دنیا میں صراط مستقیم پر گامزن ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جب وہ لامحالہ قیامت کے پل کو عبور کریں گے تو تمام نقصانات سے تحفظ حاصل کریں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی" دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

،لیکن جو لوگ اس دنیا میں صراط مستقیم سے بھٹک گئے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جب وہ لامحالہ قیامت کے پل کو عبور کریں گے۔ باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے تئیں اپنے تمام فرائض کو پورا کرتا ہے، تب بھی وہ زیر بحث مرکزی آیت کے ذریعے مسلسل صحیح رہنمائی کی دعا کرتے ہیں۔ یہ بتدریج اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے ان کو عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ .اپنے ایمان کو مضبوط کرنے میں قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 6:

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما‘‘۔’’

چونکہ یہ دعا جمع شکل میں ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو نہ صرف اپنی صحیح رہنمائی کی فکر کرنی چاہیے بلکہ دوسروں کو بھی صراط مستقیم تک پہنچنے میں مدد کرنی چاہیے، جیسے

کہ ان کے محتاج۔ والدین کو مثال کے طور پر رہنمائی کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنے بچوں کی صحیح راہنمائی کریں۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے تاکہ دوسروں کو صراط مستقیم پر پہنچنے اور اس پر قائم رہنے میں مدد مل سکے۔

جمع شکل بھی صحبت کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے، کیونکہ کسی کے ساتھی اس دنیا میں جو راستہ اختیار کرتے ہیں اس پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کوئی بھی اپنے ساتھیوں کی ظاہری اور لطیف، مثبت یا منفی خصوصیات کو لازماً اپنائے گا، جو ان کی زندگی کے راستے پر براہ راست اثر انداز ہوں گے۔ اس لیے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صحیح صحبت اختیار کریں تاکہ انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی ترغیب ملے، جس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت ہے۔ باب 25 الفرقان، آیات 27-28:

اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا)افسوس سے (کہے گا کاش میں نے رسول کے ساتھ کوئی راستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے ہائے کاش میں نے اس کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ "

باب 1 الفاتحہ، آیت 6:

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما"۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کو ہدایت کی پہچان اور اس پر عمل کرنے کی صلاحیت پہلے ہی عطا فرمائی ہے۔ باب 20 طہٰ، آیت 50:

اس نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل دی اور پھر اس کی رہنمائی کی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعے صحیح رہنمائی کو پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کی اس صلاحیت کو خراب کر سکتا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 51:

‘‘بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔’’

اس لیے نہ صرف صحیح رہنمائی کی دعا کرنی چاہیے بلکہ عمل کے ذریعے اس کی تائید کرنی چاہیے۔ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے مخلصانہ کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائے جس کی ایک شاخ لوگوں پر ظلم ہے۔ اگر کوئی ان کی دعا کی عملی تائید نہ کر سکے تو ان کے الفاظ کا کوئی وزن یا معنی نہیں ہو گا۔ باب 35 فاطر، آیت 10:

"... اس کی طرف اچھی بات چڑھتی ہے، اور نیک کام اسے بلند کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ برے کاموں کی تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیریں فنا ہو جائیں گی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے ہر چکر میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 910 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کو باقاعدگی سے اپنے آپ کو اپنے آخری مقصد کی یاد دہانی کرنی چاہیے: سیدھا راستہ تلاش کرنا اور اس پر سفر کرنا، جس سے دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون ہو۔ یہ باقاعدہ یاد دہانی بہت ضروری ہے کیونکہ لوگ اکثر غافل اور دنیاوی چیزوں میں مشغول ہو جاتے

ہیں۔ یہ ایک وجہ ہے کہ دن میں پانچ وقت کی فرض نمازیں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہٰذا، ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو اسلامی علوم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنے مصروف دن میں سے کچھ وقت نکال کر مسلسل زبانی اور عملی طور پر ان کا مقصد یاد دلاتے رہیں تاکہ وہ اپنا مقصد پورا کر سکیں۔ یہ مقصد صرف اس صورت میں پورا ہوتا ہے جب انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر درود ہو۔

باب 1 - الفاتحہ، آیت 7 میں سے 7

صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧

‘‘ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔’’

‘‘ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔’’

اس آیت کا پہلا حصہ باب 4 النساء آیت 69 سے مربوط ہے:

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، ثابت’’ قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے۔‘‘

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو صحیح ہدایت تب ہی ملے گی جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کرے گا۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کو پہچاننے کے لیے ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں وسیع بحث کی گئی ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کسی کو تفریح کی خاطر ان کی زندگیوں کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے جیسے کہ ان کے بارے میں دلچسپ اور معجزاتی کہانیاں سیکھنا۔ ان سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ان کی زندگیوں کے بارے میں جاننا ضروری ہے، تاکہ وہ اسی سیدھے راستے پر چل سکیں جس پر انہوں نے سفر کیا تھا۔ باب 6 الانعام، آیات 89-90:

" یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے، لہٰذا ان کی ہدایت سے ایک مثال لے لو"

باب 1 الفاتحہ، آیت 7:

"...ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا"

جیسا کہ الہام، طاقت، علم اور صحیح رہنمائی حاصل کرنے کا موقع سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے، اس لیے کبھی بھی غرور نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ فخر صرف دوسروں کو حقیر سمجھنے اور سچائی کو اس وقت مسترد کرنے کی ترغیب دیتا ہے جب اسے ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ غرور ہی کسی کو صراط مستقیم سے ہٹاتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کرتا ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔

مرکزی آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی احسان سیدھے راستے کی طرف رہنمائی ہے۔ یہ صرف اس کی فرمانبرداری سے حاصل ہوتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ کسی شخص کو دنیاوی چیزوں پر یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے، جیسے کہ دولت اور خاندان، ایک نعمت ہیں اگر وہ ان کا صحیح استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 23 المومنون، آیات 55-56:

" کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم ان کو مال اور اولاد سے دیتے ہیں؟ کیا ہم ان کے لیے اچھی چیزوں میں جلدی کرتے ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں۔''

جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو ان کو دی گئی ہیں وہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جائیں گے۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اچھی اور بری دنیاوی چیزوں کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ کوئی اس بات کو یقینی بنا سکے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر رہے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

باب 1 الفاتحہ، آیت 7:

"...ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا"

جن لوگوں نے غضب الٰہی حاصل کیا ان میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے اس الٰہی علم کا غلط استعمال کیا جو انہیں دنیاوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے دیا گیا تھا، جیسے کہ دولت اور اختیار۔ انہوں نے

خراب نیتیں اختیار کیں اور اس کے نتیجے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اچھے اعمال کا کوئی اجر نہیں ملا۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ دوسروں کی خاطر اعمال صالحہ انجام دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن ان لوگوں سے اجر وصول کرنے کا حکم دیا جائے گا جن کے لیے انہوں نے عمل کیا جو حقیقت میں ممکن نہیں ہے۔ کیا. لہٰذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ اس نتیجہ سے بچیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ نیک اعمال کرتے وقت ان کی نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ کبھی بھی لوگوں سے شکر گزاری کی امید نہ رکھیں۔ اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کر سکے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور عمل سے اس کی تائید نہ کرنا غضب الٰہی کا باعث بنتا ہے۔ باب 61 الصف، آیت 3:

‘‘اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ ’’

باب 1 الفاتحہ، آیت 7:

"ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کا نہیں جو گمراہ ہیں۔"

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اپنی تخلیق کے مقصد کو تلاش کرنے اور اسے پورا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے بجائے اس دنیا میں ایک بے مقصد زندگی بسر کرتے ہیں جس میں وہ ایک کے بعد ایک اپنی خواہشات کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ زندگی میں اپنی راہ خود بناتے ہیں اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جو ان کے لیے دونوں جہانوں میں مزید تناؤ اور مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

مسلمان اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش کرتے ہوئے اس رویہ اور نتائج سے بچتے ہیں تاکہ وہ اپنے مقصد کو پہچانیں اور اسے پورا کریں۔ باب 51 ذریات، آیت 56:

‘‘اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔’’

یہ مقصد صرف اس صورت میں پورا ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے اور ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اس کو راضی کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ مقصد اسلام کے بنیادی واجبات سے بالاتر ہے۔ تخلیق کے اپنے مقصد کو پورا کرنا دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی" دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

باب 1 الفاتحہ، آیت 7:

''ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔''

زندگی میں کسی کے راستے کا تعین اس کمپنی سے ہوتا ہے جو وہ رکھتے ہیں۔ ہر شخص اپنے ساتھیوں سے مثبت یا منفی اور ظاہری طور پر یا باریک بینی سے متاثر ہوتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 5534 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہٰذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ایسے اصحاب کا انتخاب کریں جو انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات۔ ایک تلخ حقیقت سب کو قبول کرنا چاہیے کہ صرف اس وجہ سے کہ کسی نے برے کردار کو اختیار نہیں کیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صحبت کے لیے موزوں ہیں۔

اس کے علاوہ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص کسی گروہ کی مشابہت کرتا ہے اسے ان میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے ان کے زبانی دعوے کی عملی طور پر تائید کرنی چاہیے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے، جیسے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عمل کرتے ہوئے ان سے محبت کی ہے۔ اگر وہ زیر بحث اصل آیت میں مذکور دوسرے دو گروہوں کی تقلید کرتے ہیں تو وہ ان میں سے ایک میں شمار ہوں گے، خواہ ان کے زبانی دعوے ہی کیوں نہ ہوں۔

مرکزی آیت ایک مسلمان میں خوف اور امید دونوں پیدا کرتی ہے۔ امید اس حقیقت میں مضمر ہے کہ جب کوئی سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اس کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کو گمراہی سے محفوظ رکھا جائے گا اور دونوں جہانوں میں ان کو نوازا جائے گا۔ جبکہ خوف اس بات میں مضمر ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت نہ کرے تو اسے غضب الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ گمراہی سے محفوظ نہیں رہے گا۔ خوف اور امید کے

درمیان توازن ضروری ہے، کیونکہ امید انسان کو خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتی ہے، جب کہ خوف گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔

باب 1 الفاتحہ، آیت 7:

‘‘ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔’’

ان دو گروہوں کے درمیان بنیادی فرق میں سے ایک :صحیح ہدایت یافتہ اور گمراہ، یہ ہے کہ ہر ایک نے ان نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں۔ راہ راست پر آنے والوں نے ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے استعمال کیا اور اس کے نتیجے میں انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون ملا، خواہ انہیں مشکلات کا سامنا ہو۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

جبکہ گمراہ گروہ نے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں اور اس کے نتیجے میں انہیں دنیا اور آخرت میں کبھی بھی ذہنی اور جسمانی سکون نہیں ملا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اس فرق کو سمجھنا باب 1 الفاتحہ کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہے، جس کے نتیجے میں قرآن پاک کا خلاصہ ہے۔ پس جو اس سبق کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ قرآن پاک پر عمل کر رہا ہے۔

آخر میں باب 1 الفاتحہ کی تلاوت "آمین "کے ساتھ مکمل کرنی چاہیے۔ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ سے اس باب میں مذکور دعاؤں کو قبول کرنے کی درخواست ہے۔ نماز کے دوران جب کسی کا آخری کلمہ آمین فرشتوں کے آخری کلمہ سے مطابقت رکھتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 782 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

400 سے زیادہ مفت ای بکس: https://shaykhpod.com/books/
eBooks/AudioBooks کے لیے بیک اپ سائٹ:
https://archive.org/details/@shaykhpod

شیخ پوڈ ای بکس کے براہ راست پی ڈی ایف لنکس:
https://spebooks1.files.wordpress.com/2024/05/shaykhpod-books-direct-pdf-links-v2.pdf

https://archive.org/download/shaykh-pod-books-direct-pdf-links/ShaykhPod%20Books%20Direct%20PDF%20Links%20V2.pdf

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

آڈیو بکس: https://shaykhpod.com/books/#audio
روزانہ بلاگز: https://shaykhpod.com/blogs/
تصویریں: https://shaykhpod.com/pics/
جنرل پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/general-podcasts/
PodWoman: https://shaykhpod.com/podwoman/
PodKid: https://shaykhpod.com/podkid /
اردو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/urdu-podcasts/
لائیو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/live/

ڈیلی بلاگز، ای بکس، تصویروں اور پوڈکاسٹوں کے لیے گمنام طور پر واٹس ایپ چینل کو فالو کریں:
https://whatsapp.com/channel/0029VaDDhdwJ93wYa8dgJY1t

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں:
http://shaykhpod.com/subscribe

Achieve Noble Character